آمنہ سیّد
پی ایچ ڈی اسکالر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد
عامر بشیر
ریسرچ اسکالر، رفاہ انٹر نیشنل یونی ورسٹی، فیصل آباد کیمپس
شمائلہ جبین
پی ایچ ڈی اسکالر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

جیلانی بانو کے ناولوں کا تانیثی مطالعہ: سیموں دی بووا کے تانیثی نظریات کے تناظر میں

Abstracts

A Feminist Study of Jilani Bano’s Novels: In the Context of Simone de Beauvoir’ Feminist Ideas

By Amna Syed, PhD Scholar, Dept. of Urdu, International Islamic University Islamabad.

Aamir Basheer, Research Scholar, Dept. of Urdu, Rifah International University, Faisalabad Campus.

Shumaila Jabeen, PhD Scholar, Dept. of Urdu, International Islamic University Islamabad.

Jilani Bano (1936) is an Indian Urdu fiction writer who has made the domestic and social life of women and their problems in all her literary works. The time when she started her literary life was the last period of the rise of the Progressive movement. Hyderabad Deccan (India) was going through a period of political chaos and emergency. The feudal environment and society were ending. In her novels *Aiwan-e-Ghazal (1976)* and *Barish-e-Sang (1985)*, she has made the subject of women's helplessness, psychological problems and exploitation in the decadent feudal society. Where women are considered speechless

and second-class creatures. Her freedom is taken away by imposing unnecessary restrictions. They are considered as a mere means of sexual indulgence. Among the important theorists of feminist thought, the French writer Simone de Beauvoir (1908-1986) has also described the oppression of women in the feudal system. Simon always remained in the forefront of the struggle for women's rights. In her book *The Second Sex (1949)*, Simon discussed the existence of women and their exploitation. She explained the gender and sexual problems of women openly. According to Simon, women as a gender are considered as a despised and inferior thing. She is treated as a second-class creature, she is deprived of economic, political and sexual autonomy. A man considers a woman as his fief and asserts his right of ownership over her. In the feudal system, such words are used for men and women which prove that men are superior and women are inferior. According to Simon, this world has always belonged to men and there is only their domination. In the light of the ideas expressed by Simon de Beauvoir in her book *The Second Sex*, the novels *Aiwan-e- Ghazal* and *Barish-e-Sang* by Jilani Bano will be analyzed.

Keywords: Jilani Bano, feminism, Exploitation, Feudal system, Second Sex, Simon de Beauvoir, Progressive movement, women's rights.

کلیدی الفاظ: جیلانی بانو، تانیثیت، استحصال، جاگیردارانہ نظام، سیکنڈ سیکس، سیمن دی بووا، ترقی پسند تحریک، حقوقِ نسواں

تانیثیت ایک ایسا فکری تصور ہے جو طبقہ نسواں کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی وضاحت کرتا ہے۔ پدری معاشرے میں عورتوں کا استحصال، عورت کو دوسرے درجے کا انسان سمجھنا اور اسے کمتر اور حقیر جاننا ایک اہم جزو ہے۔ تانیثیت پدری نظام میں عورت کے سیاسی، معاشی اور جنسی استحصال سے لے کر جبر و زیادتی، غیر مساوی حقوق، عدم تحفظ اور غیر اخلاقی اقدار پر بحث کرتی ہے۔ جہاں مرد کی نظر میں عورت سوائے جنسِ لطیف، صنفِ نازک، محبوبہ، لونڈی اور طوائف کے سوا کچھ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرد نے عورت کو ناقص العقل اور مجہول قرار دیا۔ مشتاق احمد وانی عورت کے وجود سے متعلق لکھتے ہیں: تہذیبی و تمدنی اعتبار سے عورت سے زیادہ واجب الاحترام کوئی شے نہیں۔ عورت ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے آج تک اس عالم فانی میں ایثار و ہمدردی، محبت و شفقت کا کردار سرانجام دیتی رہی ہے۔ مگر اس

کے باوجود عورت ہر دور میں مرد کے ظلم وستم اور جابرانہ تسلط کی چکی میں پستی رہی ہے۔مرد نے عورت کو صنفِ نازک سمجھ کر اسے صرف اپنی جنسی تسکین کا ذریعہ بنایا۔اس کی حق تلفی کی۔عورت کو سماجی نظام کے شکنجوں میں کچھ اس طرح قید کر دیا گیا کہ اس کی پوری شخصیت ہی سمٹ کے رہ گئی۔ اور وہ اپنے آپ کو مرد کے وجود کا ایک حصہ تصور کرنے لگی۔[۱]عورتوں کی سماجی اور انفرادی حیثیت کو ختم کرنے کے لیے ہندوستان میں ’’ستی‘‘ جیسی رسم کو فروغ دیا گیا۔بقول ڈاکٹر مبارک علی ’’ستی کی رسم کے پس منظر میں عورت کی سماجی حیثیت،اس کی ذات اور شناخت کو مٹانا تھا تا کہ وہ مکمل طور پر مرد کی ملکیت میں آ جائے۔ اس لیے شوہر کی وفات کے بعد اس کے زندہ رہنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔"[۲] تانیثی مفکرین نے عورت کے استحصال کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا اور اپنی محنت اور جستجو سے اسے معاشرے کے مظالم سے نجات دلائی۔انھوں نے اپنی تخلیقات میں عورت کی بھرپور ترجمانی ہیں۔جس کی بدولت پدری معاشرہ عورت کو اس کے حقوق دینے کے لیے کسی حد تک رضامند ہوا۔

بیسویں صدی کے تانیثی نظریہ سازوں میں فرانسیسی مصنفہ سیمون دی بووا (Simon de Beauvoir) کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔آپ عورتوں کے حقوق کی جدوجہد میں ہمیشہ سر اول پہ رہیں۔سیمون نے اپنی کتاب *The Second Sex* میں عورت کے وجود اور اس کے استحصال کو بیان کیا۔تصنیف کا مقصد عورتوں کے ساتھ ہونے والی نابرابری اور جبر و استحصال کی صورتوں کو واضح کرنا تھا۔سیمون کے نزدیک عورت کو معاشی، سیاسی اور جنسی خود مختاری سے محروم رکھا گیا اور محنت و مزدوری کے کام میں بھی ان کے ساتھ زیادتی کا رویہ برتا گیا۔عورت کو ہمیشہ "غیر" کے زمرے میں محدود رکھا گیا۔ اسے دوسرے درجے کی مخلوق کا درجہ دیا گیا۔سیمون دی بووا کا خیال ہے کہ پدری نظام میں نسائیت ہمیشہ سے "غیریت" کے پردے میں مستور رہی ہے کیوں کہ عوامی زندگی پر اکثر مردوں کی بالادستی رہی ہے۔ سیمون کا مشہور قول عورت پیدا نہیں ہوتی بلکہ بنا دی جاتی ہے۔عورت کو کبھی بھی ایک مکمل انسان کی زندگی جینے کی آزادی حاصل نہیں ہوتی۔عورتوں کے ہاتھوں پرورش پا کر اس کا مقدر صرف شادی ہے۔جس کا مطلب آج بھی مرد کی اطاعت گزاری کے سوا کچھ نہیں۔ کیوں کہ مردانہ عظمت اور وقار ٹھوس معاشی و سماجی بنیادوں پر استوار ہے۔مردوں کو عورتوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔عورت اپنی ساری خواہشات اپنے شوہر اور بچوں پر قربان کر دیتی ہے۔[۳]

زیر نظر تحقیق میں جیلانی بانو کے ناولوں "ایوان غزل" اور "بارش سنگ" کا تانیثی مطالعہ سیمون دی بووا کی کتاب دی سیکنڈ سیکس میں بیان کردہ تانیثی نظریات کے تناظر میں کیا جائے گا۔

جیلانی بانو ادبی دنیا میں بہ طور افسانہ نگار اور ناول نگار متعارف ہوئیں۔انھوں نے اپنے دو ناولوں ایوانِ غزل اور بارش سنگ میں ریاست حیدر آباد کے جاگیردارانہ ماحول و معاشرے میں عورتوں کی سماجی حیثیت اور ان کے حالات و مسائل کی عکاسی کی ہے۔ انھوں نے اعلیٰ اور متوسط طبقے کی عورتوں کی زندگی کے المیے کو بیان کیا ہے۔ جہاں وہ بے بسی،

گھٹن اور مظلومیت کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ جیلانی بانو کے نسوانی کردار دیگر ناولوں کے نسوانی کرداروں سے مختلف ہیں۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں نسوانی کرداروں کو مرکزی اہمیت دی ہے۔ مشرف علی لکھتے ہیں کہ واحد حسین کا ایوان غزل اور احمد حسین کا گھرانہ جہاں جاگیردارانہ معاشرت کے سبھی عناصر موجود ہیں۔ وہاں عورت کو بے زبان اور دوسرے درجے کی مخلوق سمجھا جاتا ہے۔ انھیں محض جنسی عیاشی کے لیے محلوں میں رکھا جاتا ہے۔ کبھی وہ "بی بی" بن کر خاموشی سے زندگی کا زہر پیتی ہیں کبھی "لنگڑی پھوپھو" کی طرح معذور کر دی جاتی ہے کبھی بتول بیگم کی طرح شوہر کی مار کھاتے کھاتے موت کی آغوش میں چلی جاتی ہے تو کبھی "چاند" اور "غزل" کو چمکتے ہوئے سکوں کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ کبھی "قیصر" جیسی لڑکیوں کو فرسودہ رسم و رواج سے بغاوت کرنے کے جرم میں پھانسی کی سزا دے دی جاتی ہے۔ (۴)

جیلانی بانو نے جاگیردارانہ سماج میں ان عورتوں پر ہونے والے ظلم وستم اور جبر واستحصال کی حقیقی عکاسی اپنے دونوں ناولوں میں کی ہے۔ ایوانِ غزل میں چاند اپنے ماموں اور غزل اپنے باپ ہمایوں کے ہاتھوں جنسی استحصال کا نشانہ بنی جنھوں نے چند روپوں کے عوض ان کا سودا کیا اور انھیں سوسائٹی گرل بنا دیا۔ چاند غزل سے کہتی ہے:

> میں تو صرف چھبیس برس میں موت کے کنارے کھڑی ہوں لیکن غزل تو بھی خود چلنا چھوڑ دے۔ اپنی تقدیر بنانے کا حوصلہ ہر عورت میں نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنی باگیں بی بی کے ہاتھ میں تھما دے۔ ورنہ راشد ماموں اور خالو پاشا تجھ سے اپنی کامیابیوں کے قفل کھولیں گے اور تجھے پھینک دیں گے۔ (۵)

سیمون دی بووا نے عورت کے جنسی استحصال کو بیان کیا ہے۔ سیمون کے مطابق مرد عورت پر جنسی تصرف میں آزاد ہوتا ہے۔ عورت کی مرضی کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا جاتا۔ کیوں کہ مرد آقا اور مالک ہے اور عورت اس کی لونڈی اور کنیز۔ عورت ذہنی اور جسمانی دونوں صورتوں میں مرد کی خدمت پر معمور ہے۔ نچلے طبقے کی لڑکیاں جن کے والدین کی معاشی و سماجی حالت بہتر نہ تھی۔ وہ جاگیرداروں اور نوابوں کے یہاں دل بہلانے کے لیے زبردستی لے جائی جاتی تھیں۔ انھیں محض عیاشی اور جنسی تسکین کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ ناول بارش سنگ میں عورتوں اور لڑکیوں پر ہونے والے جنسی استحصال سے متعلق مصنفہ لکھتی ہیں کہ تحصیل داروں، تعلق داروں اور جاگیرداروں کو کوئی عورت پسند آجائے تو گاؤں والوں کا فرض تھا کہ چپکے سے اسے حوالے کر دیں۔ اس بات کی خبر کانوں کان کسی کو نہیں ہوتی۔ ورنہ اس گھر کے مردوں کو ساہوکار قتل کروا دیتے۔ (۶) گویا عورت کا جسم مرد کی ملکیت ہے۔ وہ جس طرح چاہے اور جب چاہے اس کا استعمال کرے۔ عورت کو کسی معاملے میں آزادی کا حق حاصل نہیں۔ مرد اس پر حاکم ہے اور وہ جس طرح چاہے اور جب چاہے اس کا استعمال کرے۔ عورت کا جسم مرد کے لیے ایک خریدی جانے والی شے ہے۔

سیمون کے مطابق شادی کی رسم آج بھی روایتی انداز میں برقرار ہے۔ مرد کی نسبتاً عورت پر یہ ظالمانہ انداز میں

تھوپی جاتی ہے۔شادی اسے مرد کی غلام بنا دیتی ہے۔متوسط طبقے کے مخصوص حلقوں میں لڑکی کو کفالت کے ذریعے سے مزید مجبور بنا دیا جاتا ہے۔وہ اپنے گھر میں محض طفیلیہ بنی رہتی ہے یا کسی غیر کے گھر میں کمیوں والی حیثیت لے لیتی ہے۔(۷) شادی کے بعد مرد کو عورت پر مکمل دسترس حاصل ہو جاتی ہے۔اگر کسی عورت کو محکوم بنانا ہے تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ اسے شادی کے بندھن میں باندھ دیا جائے۔جیسے بی بی کے والد نے ان کی مرضی پوچھے بغیر پانچ ہزار نقد میں ان کا سودا طے کر دیا اور واحد حسین سے زبردستی نکاح کروا دیا۔سیمون کے اس نظریے کی وضاحت بی بی کی ساس نے کچھ اس طرح کی ہے۔

> ایوانِ غزل کے سب سے بڑے ہال "بیت الغزل" میں بی بی دلہن بن کر اپنا جلوہ دکھا رہی تھیں۔ جب چار مضبوط عورتوں نے مل کر نکاح کے اقرار کو ان کی گردن پکڑ کر ہلائی تو بے ہوش ہو گئیں اور دولہا کے بدلے سب سے پہلے ان کی صورت حکیم نے دیکھی۔(۸)

سیمون کے مطابق شادی دو افراد (مرد اور عورت) کے مابین ایک معاہدہ ہے جب کہ مخصوص مردوں نے ہمیشہ اسے دیگر مردوں کے ساتھ شادی کے بندھن میں باندھا۔لڑکی کی آزادی اور اختیار کو ہمیشہ پابندی میں رکھا گیا۔شادی کی صورت میں مرد کی جنسی ضروریات کی تسکین اور اس کے گھر کا انتظام چلانا عورت کی اولین ذمہ داری ہے معاشرے کی جانب سے عورت پر عائد کردہ ان ذمہ داریوں کو شوہر کے لیے اس کی خدمت قرار دیا گیا ہے۔جیسے شادی کے بعد بی بی گھریلو کاموں میں ایسی مصروف ہوئیں کہ اپنی ذات کو بھی فراموش کر دیا۔ یہی بات سیمون اپنے نظریے میں بیان کرتی ہیں کہ عورت کے وقت پر قبضہ اس کے تمام تر امور پر قبضے کے مترادف ہے۔ جو وقت اُسے اپنے لیے صرف کرنا چاہیے وہ دوسروں کے کام کرتے گزار دیتی ہے۔ وہ اپنے لیے ایک لمحہ بھی نہیں جی سکتی۔شادی کے بعد عورت صرف اور صرف اپنے شوہر کی مرضی کے مطابق چلتی ہے۔ اس کے کام، اس کی سرگرمیاں، اس کے گھریلو امور، بچوں کی پیدائش غرض یہ کہ عورت کا تمام تر وجود اس مرد کے ماتحت آجاتا ہے۔ناول ایوانِ غزل میں شادی کے تیئس برس گزرنے کے باوجود بی بی خود کو اس ماحول کا حصہ نہ بنا سکیں۔ وہ اس چڑیا کی طرح رہتی تھیں جسے یقین تھا کہ ایک دن پنجرہ کھولے گا اور وہ اڑ جائیں گی۔(۹) شادی کے بعد عورت اپنے شوہر کے مذہب کو اپناتی ہے اور اس کے خاندان میں شامل ہو کر اس کی "نصف" بن جاتی ہے۔وہ شوہر کی خاطر اپنے ماضی سے اپنا رشتہ توڑ کر مکمل طور پر اس کی وفادار بن جاتی ہے۔مگر یہ دنیا ہمیشہ سے مردوں کی ہے اور آج تک اس حقیقت کی وضاحت میں پیش کی جانے والی کوئی بھی وجہ موزوں نہیں لگتی۔کشور ناہید مرد اور عورت کی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> معاشی، ذہنی اور سماجی سطح پر ہر طرح مرد کے اختیارات اور حاکمیت کی فرمانبرداری کو

روٹی، کپڑا، مکان، تعریف، آرام اور نگہداشت کی بیڑیاں صبح وشام دے کر اپنے وجود سے غفلت کی نیند سلادیا جاتا ہے۔اگر کسی نے اس نیند میں بڑبڑانے کی کوشش کی تو اس کو بتایا گیا کہ تم جسمانی طور پر کمزور ہو تم ہر ماہ آٹھ دن خصوصی ماہواری کی وجہ سے دماغی طور پر ٹھیک نہیں رہتیں۔تم صرف بچے پیدا کرنے اور اگر فرصت ہو تو مرد کو سجدہ کرنے کے لیے تم چراغ خانہ ہو۔تم پیمبر نہ بن سکیں اس لیے معاشرہ میں اعلیٰ اقدار تمھارا مقدر نہیں ہوسکتیں۔(۱۰)

سیمون کے نزدیک عورت ماں بن کر ہی خود کو مکمل پاتی ہے۔مگر بعض اوقات وہ اسقاط حمل اس لیے کرانے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ ان کے شوہر بچے نہیں چاہتے۔گویا مرد بچہ چاہے گا تو عورت بچہ پیدا کرے گی۔مرد کی مرضی کے برعکس وہ اولاد پیدا نہیں کر سکتی۔جیسے ناول ایوانِ غزل میں فوزیہ کا شوہر جسے ہر سال بچہ چاہیے۔بیوی سے نفرت کرنے کے باوجود وہ ہر سال ایک بچے کی امید لگائے بیٹھا ہوتا ہے۔اسے اپنی بیوی کی صحت اور جان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔وہ سوکھ کر کانٹا ہوگئی تھی۔ہر بار بچے کی خواہش پر سب ڈر جاتے تھے کہ اب کی بار نہ بچے گی۔مگر اس کا ڈاکٹر شوہر دو چار بوتلیں خون چڑھا کر پھر زندگی کے میدان میں گھسیٹ لاتا تاکہ اگلے سال وہ ایک اور بچہ پیدا کرے۔(۱۱)

سیمون کے مطابق عورت کا استحصال شادی کی صورت میں ہوتا ہے۔جبری زچگی بد بخت بچوں کو جنم دیتی ہے۔والدین ان کی پرورش نہیں کر پاتے وہ عوامی فلاح یا Child martyrs کا نشانہ بن جاتے ہیں۔بعض دفعہ مرد ایک بیوی پر انحصار کرنے کے بجائے مزید شادیاں کرتا ہے تاکہ اس کی نسل میں اضافہ ہو۔مگر جہاں بات اولاد کی پرورش کی ذمہ داری کی آتی ہے تو وہ اس سے غفلت اختیار کرتا ہے۔جاگیردارانہ معاشرے میں ایک سے زائد شادیاں کرنا باعثِ فخر سمجھا جاتا ہے۔مگر ان سے پیدا ہونے والی اولادوں کو ان کے حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔وہ اچھوتوں کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔مرد آزاد ہوتا ہے وہ چاہے تو عورت کو اپنے گھر کی چار دیواری میں رکھے یا طلاق کے تین لفظ بول کر بچوں سمیت اسے رخصت کر دے۔مرد پر کوئی انگلی نہیں اٹھاتا سماج بھی اس کا ساتھ دیتی ہے۔ایسی صورت میں عورت اپنے بچوں کو پالتی ہے۔الف لیلیٰ جو مسکین علی شاہ کا گھرانہ تھا وہاں عورتوں پر بے تحاشا پابندیاں عائد تھیں۔وہ اپنی مرضی سے کہیں جا نہیں سکتی تھیں۔مرد ان پر حاکم تھے اور وہ ان کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتی تھیں۔وہ خواتین صرف ان کی مرضی کے تحت بچے پیدا کرتیں تاکہ مسکین علی شاہ کی نسل بڑھے۔

الف لیلیٰ کے احاطے میں نئے نئے کمروں کا اضافہ ہوتا گیا او مسکین علی شاہ کو بہت سی وفادار بیویوں کو محض اس لیے طلاق دینا پڑی کہ اللہ میاں نے بیک وقت چار سے زیادہ نکاح جائز قرار نہیں دیئے، مگر نجات کی تلاش میں بھٹکنے والی یہ روحیں ان کمروں

میں یوں تڑپتی جیسے جال میں مچھلیاں دیواروں سے سر پھوڑتیں، بچوں کو مارتیں، سوکنوں سے لڑتیں اور مسکین علی شاہ کی صورت دیکھ کر بے ہوش ہو جاتی تھیں۔ لوگ کہتے تھے کہ مسکین علی شاہ کے ہاں اتنے ہیرے ہیں کہ ان کے ہاں ہر عورت ہیرا چاٹ کر مرتی ہے۔[۱۲]

مردوں کے معاشرے میں صرف اسی عورت کو قابلِ تعریف سمجھا جاتا ہے جو زیادہ بچے پیدا کرے اور اُن کی نسل کو بڑھائے۔ مرد جو بچوں کی ملکیت کا دعوی تو کرتا ہے مگر ان کی پرورش کی ذمہ داری عورت پر ڈال دیتا ہے۔ ناول ایوان غزل میں بتول بیگم کا شوہر اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ زندگی زہر کا گھونٹ ہے اور بیوی سب سے بڑی بلا ہے۔ بچوں کا پالنا اور گھر کی ذمہ داری کی خاطر اپنے اوپر ہر عیش کو حرام کر ڈالنا اس سے بڑی سزا اور کیا ہوگی۔[۱۳] اس صورت میں عورت بچوں کی تمام تر مشکلات خود اٹھاتی ہے۔ ان کی روٹی پانی کا بندوبست کرتی ہے۔ عورت اپنی ذات، اور خواہشات کو بچوں اور شوہر پر قربان کر دیتی ہے۔ وہ صرف گھریلو امور سرانجام نہیں دیتی بلکہ مردوں کے ساتھ کھیتوں، کارخانوں اور فیکٹریوں میں بھی کام کرتی ہے۔ مگر اسے مردوں کے مقابلے میں اجرت نہیں دی جاتی۔ ناول بارش سنگ میں مستان کی بیوی احمد بی اپنی دونوں بیٹیوں گوری بی اور خواجہ بی کے ساتھ وینکٹ ریڈی کے ہاں مزدوری کرتی ہے۔ دن رات وہ کام میں مصروف رہتی بدلے میں انھیں صرف جھوٹا کھانا ملتا۔

اس کی بیوی چھوٹے بچوں کو لے کر کام کرتی مگر پھر بھی وہ ساہوکار کا پیسا واپس نہ کر سکے۔ رہن کی میعاد بڑھتی گئی۔ بچے ہوئے کھیت بھی رہن رکھ کر احمد بی نے گھر کا خرچ چلایا۔[۱۴]

جاگیردارانہ ماحول و معاشرے میں ہر گھر اس معاشی استحصال کا شکار ہے۔ عورتوں پر دوہری ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ جس گھر کا ایک فرد رہن ہوتا اس گھر کے باقی افراد خواہ وہ مرد ہوں، عورت ہوں یا بچے سب مل جل کر اس ساہوکار کے کھیت پر مزدوری کرتے۔ اس کے ہر حکم کو بجالانا اپنا اولین فرض سمجھتے۔ ان کی زیادتیاں برداشت کرتے۔ مگر اجرت عورتوں کو ہمیشہ کم ملتی۔ انیس ہارون لکھتے ہیں کہ عورت کی محنت، جنسیت اور اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کا خاندان میں اور کام کرنے کی جگہ پر غرض پورے معاشرے میں استحصال کیا جاتا ہے۔[۱۵]

سیمون کے مطابق شادی فرد کو اکیلے پن سے نکالتی ہے۔ اسے گھر اور بچے مہیا کر کے زمان و مکان میں مکمل طور پر مستحکم کرتی ہے۔ عورت کے وجود کی تکمیل کرتی ہے۔ مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ شادی کے بعد عورت کی زندگی کسی صورت آسان نہیں ہوتی۔ جیسے ناول ایوانِ غزل کا مرکزی کردار غزل جو کم عمری میں زندگی کے اتار چڑھاؤ کو برت چکی تھی مگر اس کا دامن خالی تھا۔ اس کا کزن شاہین ایک شوہر کی طرح اس کی ذمہ داری اٹھانے کا یقین دلا کر اس سے شادی کرتا

ہے۔ مگر وہ اس کے ناپاک وجود سے اولاد نہیں چاہتا۔ وہ بچوں کی خواہش رکھتی ہے اور اپنے شوہر سے بھی اس کا اظہار کرتی ہے مگر وہ خود کو اولاد کی ذمہ داریوں سے آزاد رکھنا چاہتا ہے۔ شاہین غزل سے کہتا ہے تم بچے پیدا مت کرنا، تا کہ کرانتی مزے میں اور تم بھی بچوں کی جھنجٹ سے آزاد ہ کر خوب مزے کرو، عیش کرو۔۔۔ مگر بچے کیوں نہ ہوں۔ اس کا تو جی چاہتا تھا کہ چھ سات ہو جائیں۔ اور ان کی چیخ پکار میں غزل اپنے آپ کو بھول جائے، اس کا دماغ خالی ہو جائے۔ اپنے ذہن کا یہ بوجھ وہ کسی کو نہ دے سکتی تھی اپنی اولاد کے سوا۔ (۱۶)

سیمون دی بووا کے مطابق عورتیں جو تعلیم یافتہ ہوتی ہیں۔ شادی کے بعد ان کو ملازمت کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ مرد انھیں گھر کی چار دیواری میں قید کر کے ان کی صلاحیتوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ وہ عورتیں نہ تو اپنی ذہانت کا استعمال کرسکتی ہیں اور نہ ہی معاشرتی سرگرمیوں میں اپنا کردار ادا کرسکتی ہیں۔ اسی طرح جاگیردارانہ نظام میں عورت پر سخت پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ وہاں عورت کی زندگی ایک قیدی کی سی ہوتی ہے۔ وہ تعلیم حاصل نہیں کرسکتی اور وہ کام بھی نہیں کرسکتی جو گھر کے باہر سرانجام دیے جاتے ہیں۔ تانیثی فکر کی حامی ورجینا وولف اپنے مقالے A room of one's Own میں انھوں نے نہایت جامعیت وقطعیت کے ساتھ پدرسری سماج میں عورتوں پر جاری ناانصافیوں اور صنفی استحصال کی طرف توجہ مرکوز کرائی اور تعلیمی، معاشرتی اقتصادی سطح پر ایک عورت کی پسماندگی کے اسباب کو سوسائٹی کی ہی دین قرار دیا۔ وولف کے نکتہ نظر سے:

> عورت عقلی، فکری اور تخلیقی سطح پر بھی کم تر یا کمزور نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی صلاحیتوں کو ہمیشہ جھٹلایا گیا ہے اور اسے کبھی وہ مراعات اور وہ ماحول ہی میسر نہیں آیا کہ وہ پورے شدومد اور اعتماد کے ساتھ اپنے آپ کو ادب کے لیے وقف کر سکے۔ (۱۷)

سیمون کے مطابق شادی کے بعد عورت پر شوہر کی اطاعت گزاری کا فریضہ عائد کر دیا جاتا ہے۔ عورت جو کہ مرد کے کمائے ہوئے پیسے پر پلتی اور اپنی روزمرہ زندگی بسر کرتی ہے۔ وہ مرد سے رہائی صرف اس لیے حاصل نہیں کرسکتی کہ مرد اس کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ عورت اپنا اصل مقام بھول جاتی ہے۔ سیمون کے مطابق یہ صرف ملازمت ہی کے باعث ممکن ہے کہ عورت مرد کے مساوی سوچے اور عمل کر سکے۔ اور آزادی سے اپنی ذہانت کا استعمال کرے۔ پدری نظام میں مرد عورت کو آزادی دے کر اس کی ذہانت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ناول ایوانِ غزل میں چاند اور غزل کا کردار سیمون کے اس نکتے کی ترجمانی کرتے ہیں۔ چاند کی پرورش مغربی تہذیب کے زیرِ اثر ہوتی ہے۔ اس کے والد اس کو ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں۔ وہ کانوینٹ اسکول میں پڑھتی ہے، کلب جاتی ہے، ڈراموں میں حصہ لیتی ہے۔ چاند اپنے ماموں راشد اور ممانی کی چہیتی تھی۔ راشد جاگیردارانہ نظام کے ٹوٹتے بکھرتے ڈھانچے کو نئی شکل میں زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ بدلتے ہوئے عصری حالات میں زندگی کی نئی شاہراہوں پر چلنے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ خوب جانتا تھا کہ چاند جیسی

سوشل، خوبصورت اور تہذیب یافتہ لڑکیوں کے توسط سے کسی بھی مقصد کی تکمیل ہوسکتی ہے۔ راشد اس کے توسط سے دولت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس کو آزاد ماحول مہیا کر کے اس کی ذہانت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ راشد جانتا تھا کہ چاند جیسی تہذیب یافتہ، خوبصورت اور فیشن ایبل لڑکیوں کا بھاؤ کتنا بڑھا ہوا ہے۔ اتنا کہ لوگ چاہیں تو ان کے سہارے لاکھوں کا کنٹریکٹ لے لیں۔ (۱۸)

چاند تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں کرسکی۔ اس کے ماموں نے اس کی ذہانت اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی کو سنوارا اور اسے مکمل سوسائٹی گرل بنا دیا۔ وہ اپنے ماموں کے ہاتھوں بڑے بڑے سودوں میں استعمال ہوتی رہی۔ اس کی شہرت اور مقبولیت کو راشد نے خوب کیش کیا۔ سیمون کے مطابق عورت کو منفی آزادی دے کر اس کے کردار اور شخصیت کو مجروح کیا جاتا ہے اور یہی حال اس ناول میں چاند کا ہوا۔ اپنی تعلیم، آزادی اور ذہانت کے باوجود وہ بھی مرد کے ہاتھوں استحصال کا نشانہ بنی رہی۔ وہ اپنے ماموں کے لیے فائدہ مند چیز کی طرح تھی۔ جس کو سیڑھی بنا کر راشد کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ راشد نے چاند کے ذریعے بڑے تاجروں سے یارانہ گانٹھا اور ولا پور کے راستے اپنا مال بمبئی اسمگل کرنے لگا۔ چند مہینے کے بعد ہی اس نے پرانی بھٹیچر بیوک بیچ کر نئی رولس رائیس کار خرید لی۔ ایوانِ غزل کے ملتے ہوئے بام و در کی ریپیئرنگ کروائی۔ سود اور قرض کی کئی قسطیں ادا ہوگئیں۔ (۱۹)

سیمون کے مطابق عورت آزاد ہونے کے باجود بھی آزاد نہیں ہوتی۔ مرد اُسے آزادی دے کر بھی اپنی چار دیواری کے اندر اُسے قید ہی رکھتا ہے۔ مرد اس کی آزادی اور ذہانت سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ چاند راشد کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرسکی۔ چاند کی تباہی ان مردوں کا شاخسانہ ہے جنھوں نے اس کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا۔ چاند کی طرح غزل بھی اپنے باپ کے معاش کا ذریعہ بنی۔ غزل کے حسن و ذہانت سے فائدہ اٹھا کر اس کے باپ نے دولت اکٹھی کی اور اُسے بھی چاند کی طرح سوسائٹی گرل بنا دیا۔ بھان جو چاند کے حسن و جمال سے فائدہ اٹھا چکا تھا۔ غزل کی بھی عصمت و عفت کو تار تار کر دیا۔ غزل بچپن سے محبت کی بھوکی تھی اور بلگرامی جیسے شہوت پرست انسان کی جھوٹی ہمدردی اور محبت میں اپنا سب کچھ لٹا بیٹھی۔ اس ناول میں اگرچہ چاند اور غزل پیشہ ورانہ میدان میں قدم تو رکھتی ہیں مگر اپنی زندگی کو اپنی مرضی سے نہیں گزار سکیں۔ حقیقت کی دنیا میں قدم رکھتے ہی انھیں اس بات کا احساس ہونے لگا کہ وہ کس طرح آسمان پر ستارہ بن کر چمکائی گئیں اور خود مختاری کی پہلی کوشش پر ان کو زمین پر دے مارا گیا۔ ان کو آزادی دے کر ان سے آزادی چھین لی گئی۔ سیمون کے مطابق عورت کو معاشرے کا مظلوم طبقہ سمجھ کر ان پر زیادتیاں کی جاتی ہیں۔ عورت کو اپنی زندگی سے متعلق امور میں فیصلہ لینے کا حق نہیں دیا جاتا۔ سیمون کے نزدیک یہی عورت کی ذہانت اور آزادی کا استحصال ہے۔

اس ناول میں غزل اور چاند کا کردار اس نکتے کی واضح طور پر وضاحت کرتا ہے کہ کس طرح عورت کی آزادی اور

ذہانت کا استحصال کیا جاتا ہے۔ ناول ایوان غزل میں گوہر بیگم راشد سے کہتی ہیں:

> ارے میں تم لوگوں کی رگ رگ سے واقف ہوں۔تم سب ایک تھیلے کے چٹے بٹے ہو، کبھی مجھے نیچے پھینک دیتے ہو، کبھی چاند کو آگ میں جھونکتے ہو، تمھاری شاعری کی ایسی تیسی۔ اس ایو انِ غزل پر مٹی ڈالوں جہاں عورت کو لوٹ کھسوٹ کر چھوڑ دیتے ہیں۔[۲۰]

عورت پدری سماج کے بنائے ہوئے حربوں سے بغاوت کر کے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا چاہتی جہاں وہ مرد کی محکوم نہ ہو۔ عوت کا یہ منصوبہ اس وقت ایک رجحان، تحریک یا احتجاج کی صورت اختیار کر لیتا ہے جب پدری سماج اپنے خود ساختہ اصولوں کے ہتھکنڈے عورت پر آزمانے کی کوشش کرتا ہے۔ایسے سماج میں عورت نے مرد کے کاموں میں دخل دے کر خلل پیدا کیا جس کی وجہ سے مرد اور عورت کے درمیان حسد، نفرت اور استحصال کا احساس پنپنے لگا۔یہی احتجاج ایوانِ غزل میں قیصر کی بیٹی کرانتی میں نظر آتا ہے جو اس استحصالی نظام کے خلاف آواز اٹھاتی ہے۔وہ اپنی آنٹی سے کہتی ہے کہ "میں کیوں کرتی اس کے ساتھ شادی۔شادی کے بعد زندگی بھر مجھے اس کی بات ماننا پڑتی اور وہ مجھ پر احسانات گنواتا۔آپ ہی سوچیے نا آنٹی کہ میاں بیوی مکمل آزادی کے ساتھ کہاں رہے ہیں۔"[۲۱] سیمون دی بووا آزاد عورت سے متعلق لکھتی ہیں:

> آزاد عورت ابھی پیدا ہو رہی ہے وہ ابھی اپنے وجود پہ اپنا تصرف حاصل کر رہی ہے۔ جب
>
> عورت پر بے پناہ پابندیوں کی طناب ٹوٹے گی تو پھر شاعرات بھی پیدا ہوں گی۔ پھر وہ اپنے لیے اور اپنی ذات کے لیے زندہ رہنا بھی سیکھیں گی۔ وہ نامعلوم کی تلاش میں نکلیں گی اور کامیاب بھی ہوں گی۔ اس کی تصوراتی دنیا ہم سے مختلف ہو گی۔ کس قدر مختلف ہو گی یہ کہنافی الوقت بعید از قیاس ہے۔ اس وقت تو صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسے زندگی میں مواقع کا فائدہ اٹھانے اپنے اور معاشرے کی فلاح کے لیے آگے آنے کا موقع دیا جائے۔[۲۲]

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو جیلانی بانو کے ناول ایوانِ غزل اور بارش سنگ سیمون دی بووا کے تانیثی نظریات کی ترجمانی کرتے ہیں۔جیلانی بانو نے اپنے ناولوں میں عورت کا جو تصور پیش کیا ہے اس کے مطابق عورت ایک مضبوط چٹان کی مانند ہے۔ وہ ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنا جانتی ہے۔ شادی کے بعد اپنے شوہر اور اولاد کے لیے ہر طرح کے مصائب کو برداشت کرتی ہے۔ اپنی خواہشات کی نفی کر کے ان کی خوشی اور آرام کو فوقیت دیتی ہے۔ جیلانی بانو کے مطابق

عورت صرف مجبور اور بے بس نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانا بھی جانتی ہے۔چاند اور غزل کے کرداروں کے ذریعے مصنفہ اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہیں کہ جن عورتوں کی زندگی کی ڈور مردوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے مرد انھیں صرف اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ایسی عورتوں کی زندگیاں تباہ ہو جاتی ہیں اور ان کی پہچان،ان کی ذات اور ان کا وجود مٹ جاتا ہے۔

حواشی

۱۔ مشتاق احمد وانی،اردو ادب میں تانیثیت (نئی دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۱۳ء)،ص ۲۵
۲۔ مبارک علی،تاریخ اور عورت (لاہور: فکشن ہاؤس،۱۹۹۶ء)،ص ۳۲
۳۔ سیمون دی بووا (Simon De Beauvoir)،عورت (The Second Sex)،مترجمہ: یاسر جواد،عورت (لاہور: فکشن ہاؤس،۲۰۱۸ء)،ص ۵۲۱تا۵۲۷
۴۔ مشرف علی،جیلانی بانو کی ناول نگاری کا تنقیدی مطالعہ (دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۳ء)،ص ۶۱
۵۔ جیلانی بانو،ایوانِ غزل (نئی دہلی:جامعہ نگر،۱۹۹۲ء)،ص ۲۷۰
۶۔ ایضاً،بارشِ سنگ (کراچی: مکتبہ دانیال،۱۹۷۵ء)،ص ۹۷
۷۔ سیمون دی بووا (Simon De Beauvoir)،عورت،ص ۵۲۷
۸۔ جیلانی بانو،ایوانِ غزل،ص ۸۰
۹۔ ایضاً،ص ۸۰
۱۰۔ کشور ناہید،عورت خواب اور خاک کے درمیان (لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۵ء)،ص ۱۴
۱۱۔ جیلانی بانو،ایوانِ غزل،ص ۳۵۵
۱۲۔ ایضاً،ص ۴۱
۱۳۔ ایضاً،ص ۱۴۸
۱۴۔ ایضاً،بارشِ سنگ،ص ۲۰
۱۵۔ انیس ہارون،فیمنزم اور پاکستانی عورت،مشمولہ آدھی عورت اور پورا ادب،مرتبین عقیلہ جاوید،حماد رسول،شازیہ یاسمین،شکیل حسین سید (لاہور: فکشن ہاؤس،۲۰۱۷ء)،ص ۸۷
۱۶۔ جیلانی بانو،ایوانِ غزل،ص ۳۵۰
۱۷۔ شبنم آرا،تانیثیت کے مباحث اور اردو ناول (دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۸ء)،ص ۱۴
۱۸۔ جیلانی بانو،ایوانِ غزل،ص ۸۸
۱۹۔ ایضاً،ص ۱۲۱
۲۰۔ ایضاً،ص ۳۶
۲۱۔ ایضاً،ص ۳۵۱

۲۲۔ سیمون دی بووا(Simon de Beauvoir)، عورت، ص۳۲۹

مآخذ

۱۔ آرا، شبنم، تانیثیت کے مباحث اور اردو ناول، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۸ء

۲۔ بانو، جیلانی، ایوانِ غزل، نئی دہلی: جامعہ نگر، ۱۹۹۲

۳۔ ____، بارش سنگ، کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۷۵ء

۴۔ سیمون دی بووا(Simon de Beauvoir)، عورت، (The Second Sex)، مترجمہ یاسر جواد، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۸ء

۵۔ علی، مشرف، جیلانی بانو کی ناول نگاری کا تنقیدی مطالعہ، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۳ء

۶۔ علی، مبارک، تاریخ اور عورت، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۶ء

۷۔ ناہید، کشور، عورت خواب اور خاک کے درمیان، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء

۸۔ وانی، مشتاق احمد، اردو ادب میں تانیثیت، نئی دہلی: یجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۳ء

۹۔ ہارون، انیس، فیمینزم اور پاکستانی عورت، مشمولہ آدھی عورت اور پورا ادب، مرتبین عقیلہ جاوید، حماد رسول، شازیہ یاسمین، شکیل حسین سید، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۸ء

Refrences:

1. Mushtaq Ahmed Vani, *Urdu Adab Mein Tanisiat*, (New Delhi: Educational Publishing House, 2013), p. 25
2. Mubarak Ali, *Tariekh aur Aurat* (Lahore: Fiction House, 1996), p. 32
3. Simon de Beauvoir, *The Second Sex*, (Aurat), Mutarjima Yasir Jawad, (Lahore: Fiction House, 2018), p. 521-719
4. Mushraf Ali, *Jilani Bano ki Novel Nigari ka Tanqedi Mutala'a* (Delhi: Educational Publishing House, 2003), p. 61
5. Jilani Bano, *Aiwen-e-Ghazal*, (Nai Delhi: Jamia Nagar, 1992), p. 270
6. Ibid, *Barish-e-Sang* (Karachi: Maktaba-e-Daniyal, 1975), p. 97
7. Simone de Beauvoir, The Second Sex, (Aurat), p. 527
8. Jilani Bano, *Aiwen-e-Ghazal*, p. 80
9. Ibid
10. Kishwar Naheed, *Aurat Khawab aur Khak key Darmian*, (Lahore: Sang-e-meel Publication, 1995), p. 14
11. Jilani Bano, *Aiwen-e-Ghazal*, p. 355
12. Ibid, p. 41
13. Ibid, p. 148
14. Jilani Bano, *Barish-e-Sang*, p. 20
15. Anees Haroon. *Famanism Aur Pakistani Aurat* in *Adhi Aurat Aur Pora Adab*, Edited by Aqeela Javed, Hammad Rasool, Shazia Yasmeen, Shakeel Hussain Syed, (Lahore: Fiction House, 2017), p. 87

16. Jilani Bano, *Aiwen-e-Ghazal*, p. 350
17. Shabnam Ara, *Tanisiat Key Mubahis Aur Urdu Novel*, (Delhi: Educational Publishing House, 2008), p. 14
18. Jilani Bano, *Aiwen-e-Gazal*, p. 88
19. Ibid, p.121
20. Ibid, p. 36
21. Ibid, p. 351
22. Simone de Beauvoir, *The Second Sex*, (Aurat), p. 329

Bibliography:

1. Ali, Mubarak, *Tariekh aur Aurat*, Lahore: Fiction House, 1996
2. Ali, Musharaf, *Jilani Bano ki Novel Nigari ka Tanqedi Mutala'a*, Delhi: Educational Publishing House, 2003
3. Ara, Shabnam, *Tanisiat Key Mubahis Aur Urdu Novel*, Delhi: Educational Publishing House, 2008
4. Bano, Jilani, *Aiwen-e-Ghazal*, (Nai Delhi: Jamia Nagar, 1992
5. ____, *Barish-e-Sang* (Karachi: Maktaba-e-Daniyal, 1975
6. Beauvoir, Simon de, *The Second Sex*, (Aurat), Mutarjima Yasir Jawad, Lahore: Fiction House, 2018
7. Haroon, Anees, *Famanism Aur Pakistani Aurat* in *Adhi Aurat Aur Pora Adab*, Edited by Aqeela Javed, Hammad Rasool, Shazia Yasmeen, Shakeel Hussain Syed, Lahore: Fiction House, 2017
8. Naheed, Kishwar, *Aurat Khawab aur Khak key Darmian*, Lahore: Sang-e- meel Publication, 1995
9. Vani, Mushtaq Ahmed, *Urdu Adab Mein Tanisiat*, New Delhi: Educational Publishing House, 2013